ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیاد
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ
۳ فروری ۱۹۸۴ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۰ لاہور

ہدیہ ۲ روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ وتشریح ——— محمد سعید الرحمٰن علوی

زیر دستوں کے ساتھ حسنِ سلوک

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُہٗ وَكِسْوَتُہٗ وَلَا یُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا یُطِیْقُ (مسلم)

حضور نبی مکرم رحمت دوعالم قائدنا الاعظم الاکرم محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ و سلامہ جب دنیا میں تشریف لائے تو نہ صرف دنیائے عرب بلکہ تقریباً سارے ہی خطوں اور علاقوں میں غلامی کا رواج تھا انسانیت کی تذلیل کا یہ عالم تھا کہ غلاموں کی منڈیاں لگتیں ان کی خرید و فروخت ہوتی اور ان کے مالک و آقا جس طرح چاہتے ان سے برتاؤ کرتے۔ شاید جانوروں کا کوئی حق ہوتا لیکن اس مظلوم طبقہ کے کوئی حقوق نہ تھے۔ حضور علیہ السلام نے جہاں دوسرے طبقات کے حقوق کی طرف توجہ دلائی وہاں اس طبقہ کی طرف بطور خاص توجہ کی۔ متعدد گناہوں کے کفارات کے ضمن میں غلام کو آزاد کرنے کا قانونی حکم دیا۔ جیسے روزے کا کفارہ تو دوسری طرف ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی ایسی تعلیم و ترغیب دی کہ مسلم سوسائٹی میں عملاً غلامی ختم ہو کر رہ گئی۔

اس ضمن میں تفصیلی مباحث مولانا سعید احمد اکبر آبادی فاضل دیوبند سابق صدر علوم اسلامیہ علی گڑھ یونیورسٹی کی فاضلانہ کتاب "اسلام میں غلامی کی حقیقت" میں مل سکے گی ——— یہاں ہم صرف اس حدیث کے حوالہ سے بات کریں گے جو اوپر نقل ہوئی اور اس ضمن میں چند دوسری روایات کا خلاصہ پیش کریں گے ——— حضور علیہ السلام نے جس حکمت عملی سے اس مکروہ رسم کو ٹھکانے لگایا اس کو پیشِ نظر رکھ کر موجودہ نام نہاد مہذب دنیا کی اجتماعی غلامی کو بھی ذہن میں رکھیں جس کے نتیجہ میں بڑی مچھلی چھوٹی مچھلیوں کو نگل رہی ہے — اور جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا اصول دنیا میں رائج ہو چکا ہے۔ ایک صدی سے زائد دول یورپ نے باقاعدہ دنیا کو اپنے پنجۂ استبداد میں جکڑے رکھا تو آج امریکہ و روس وغیرہ بندر بانٹ کے اصول پر دنیا میں سیاسی و معاشی تفوق و برتری کے لئے مکروہ رول ادا کر رہے ہیں ——— آئیں اسلام کی مشفقانہ تعلیم کا جائزہ لیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے آقا نے ارشاد فرمایا۔ طعام اور لباس غلام کا حق ہے اور یہ بھی اس کا حق ہے کہ اسے ایسے سخت کام کی تکلیف نہ دی جائے جس کا وہ متحمل نہ ہو سکے۔

امام بخاری اور امام مسلم قدس سرھما کے حوالہ سے مشہور صحابیٔ رسول سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت پر بھی غور فرمائیں جس میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

" یہ غلام تمہارے بھائی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارا زیردست تو ضرور بنایا ہے (لیکن) رب العزت کسی کو

(باقی ۲۶ پر)

باتیں اُن کی یاد رہیں گی

حضرت لاہوریؒ کے ارشاداتِ عالیہ کا مسلسل انتخاب

(قسط ۲)

محبوب حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی محبّت کا ثبوت

فقط تعظیم شعائر اللہ سے ملتا ہے

شعائر اللہ چار ہیں

فلسفہ کتاب و سنت کی جامع کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

"ومعظم شعائر اللہ اربعۃ، القرآن[۱] والکعبۃ[۲] والنبی[۳] والصلوٰۃ[۴]" شعائر اللہ میں سے بڑے بڑے درجہ کے چار ہیں۔ قرآن (مجید) اور (خانہ) کعبہ اور نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم) اور نماز۔

قرآن مجید شعائر اللہ میں کیوں ہے

ترجمہ: لیکن قرآن مجید (کیوں شعائر اللہ میں ہے) لوگوں میں یہ چیز رائج تھی کہ بادشاہوں کے فرامین ان کی رعایا کی طرف آتے تھے اور ان کے ہاں بادشاہوں کی تعظیم ان کے فرامین کی تعظیم کے تابع تھی (یعنی جس بادشاہ کے فرامین کی عزت کرتے تھے۔ اس بادشاہ کی عزت بھی ان کے دل میں ہوتی تھی اور انبیاء کے صحیفے اور دوسرے لوگوں کی تصنیفات بھی شائع شدہ تھیں اور ان انبیاء کے مذہب کو اختیار کرنا، ان کتابوں کی تعظیم اور ان کے پڑھنے کے تابع تھی (یعنی ان انبیاء علیہم السلام کی کتابوں کی تعظیم کرنے اور ان کو پڑھنے ہی سے ان انبیاء علیہم السلام کے مذہب میں وہ لوگ داخل ہوتے تھے اور علوم (ضروریہ) کے تابع ہونا اور مدتہائے مدیدہ کے گزر جانے کے بعد ان علوم کا حاصل کرنا بظاہر ایسی کتاب کے سوا ممکن نہیں تھا جو پڑھی جاتے۔ پس ایسی حالت میں لوگوں نے تقاضا کیا کہ اللہ کی رحمت ایک کتاب کی صورت میں ظاہر ہو۔ جو رب العالمین کی طرف سے نازل ہو اور اس کی تعظیم واجب ہو۔ اس تعظیم کی ایک صورت یہ ہے کہ جب وہ پڑھی جائے تو اسے خاموش ہو کر سنیں یا یہ کہ اس کے حکموں کی تعمیل کرنے میں جلدی کریں۔ مثلاً سجدہ تلاوت کے۔ اور جب تسبیح کا حکم ہو تو فوراً تسبیح کرنے لگ جائیں اور یا یہ کہ (اس) مصحف (آسمانی) کو وضو کے سوا چھوا نہ جائے۔

حاصل حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا حاصل یہ نکلا کہ آسمان سے ہدایات الٰہیہ کے نازل ہونے کا تقاضا خود فطرت انسانی نے کیا ہے۔ لہٰذا فطرت انسانی کی تکمیل تب ہو گی۔ جب ان ہدایات الٰہیہ کو معمول بہ بنائیگا اللّٰھم اجعلنا منھم۔

کعبۃ اللہ شعائر اللہ میں کیوں ہے

ترجمہ: اور کعبہ کا شعائر میں سے ہونا اس لئے قرار پایا۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ میں لوگوں نے آفتاب اور ستاروں کے نام پر بکثرت عبادت خانے اور کنیسے بنائے تھے ان کی نظر میں کسی ذات مجرّد غیر محسوس کی طرف متوجہ ہونا بغیر اس کے محال تھا کہ اس کے نام کی ہیکل بنائی جائے

(باقی [illegible])

ولادت با سعادت

لال دین اخگر ایم اے، بی ایچ ڈی، شیخوپورہ

الحمد للہ! پروردگارِ عالم نے پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی کے فرزندِ اکبر حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری مدظلہٗ کو وَلَدِ نیک اختر کی ولادت سے نوازا ہے اور اہل خانہ نے اُس نوزائیدہ کا نام حضرت شیخ التفسیر نور اللہ مرقدہٗ کے اسم گرامی پر "احمد علی انور" رکھا ہے ـــــ ہم عقیدت کیش اس نووارد مہمان کی آمدِ سعید پر اہل خانہ کو خادمانہ ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔ (اخگرؔ)

مُرشدِ والا کے گھر ہیں چار سُو انوار ہیں
وَلَدِ صالح کی پیدائش کے یہ سب آثار ہیں
جدِّ انورؔ کو مبارک ہو مسرّت کا پیام
جدّۂ اطہر کو ہو حُسنِ عقیدت کا سلام
دُودمانِ علم و عرفاں کے لئے یومِ سعید
لے کے آیا ہے فلک سے تحفۂ صبحِ نوید
حَبّذا! غلمان ہے یا بچۂ معصوم ہے
جس کی صورت کہہ رہی ہے بالیقیں مخدوم ہے
نام جب پوچھا گیا۔ احمد علی سب نے کہا
جدِّ اعلیٰ کی کرامت بن کے گویا آگیا

اے گُلِ تر! تیرے چہرے پر محبّت کی ضیأ
لُوریاں دیتی ہے تجھ کو رحمتِ حق برملا

قطرۂ شبنم ہے تُو یا گوہرِ تابندہ ہے؟
چاند تجھ کو دیکھ کر محجوب ہے، شرمندہ ہے
تجھ کو احیائے شریعت کے لئے بھیجا گیا
قومِ مسلم کی امامت کے لئے بھیجا گیا
ہے دُعا اخگرؔ کی ربِّ دو جہاں کے سامنے
خالقِ جنّ و بشر، کون و مکاں کے سامنے
"تجھ کو مکتب کی ہواؤں میں نہ لے جائے کوئی
تجھ کو کالج کی فضاؤں میں نہ لے جائے کوئی
مسجدِ نبویؐ ترا مکتب بھی ہو، منزل بھی ہو
خدمتِ قرآں ترا مقصد بھی ہو حاصل بھی ہو

قلبِ تو از نورِ حق سو مستنیر
فیضِ تو بہرِ مسلماناں۔ بُوَد آفاق گیر"



جلد ۲۹ • شمارہ ۳۱
۲۹ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ • ۳ رفروری ۱۹۸۴ء

ـــ رئیس الادارہ ـــ
شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عبید اللہ انور

ـــ مجلس ادارت ـــ
مولانا محمد اجمل قادری
محمد سعید الرحمٰن علوی
ظہیر میر ایم اے ایل ایل بی

اس شمارے میں

بدل اشتراک

سالانہ	ششماہی	سہ ماہی
۸۰/-	۴۵/-	۲۵/-

فی پرچہ ۲/- روپے

طابع: منہاج الدین اصلاحی ● مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور
ناشر: مولانا عبید اللہ انور
مقام: اندرون شیرانوالہ دروازہ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

خوشامد

صدر پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کے "مومنانہ اقتدار" کو چند ماہ بعد سات سال پورے ہو جائیں گے ـــ معلوم نہیں کہ اس اقتدار سے قبل بطور مقرر وہ کس سطح کے انسان تھے تاہم یہ طے ہے کہ اقتدار کے بعد اس میدان میں انہوں نے خوب ترقی کی اور اب تو یہ حال ہے کہ :ے

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
مَیں یہ سمجھا گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

اندرون ملک اور بیرون ملک تقاریر کے مواقع آتے رہتے ہیں۔ وہ خوب سے خوب تر کے انداز میں تقریر فرماتے ہیں اور ہر تقریر پر تحسین و آفرین کے ڈونگرے برسائے جاتے ہیں ـــ معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کی شاید یہ ڈیوٹی ہے اور انہوں نے درجنوں کے حساب سے "خیر مقدمی بیانات" لکھ کر رکھے ہوتے ہیں اور وقفہ وقفہ سے انہیں اخبارات کے سپرد کرتے رہتے ہیں۔

ابھی حال ہی میں انہوں نے کاسابلانکا میں منعقد مسلم سربراہی کانفرنس میں تقریر کی۔ تقریر بڑی زوردار اور جاندار تھی۔ اُدھر وہ تقریر فضا میں گونجی اِدھر یار لوگ قطار اندر قطار تحسینی بیانات لے کر اخبارات کے دفتر میں دوڑ پڑے ـــ حتیٰ کہ لاہور کے زندہ دلوں کی طرف سے انہیں استقبالیہ دینے کا اعلان ہوا اور یہ خبر باقاعدہ اخبار میں چھپی اور اب گھڑیاں گنی جا رہی ہیں کہ وہ کب اہل لاہور کو وقت مرحمت فرماتے ہیں اور یہاں کے آباء شہر کو کب موقع ملتا ہے کہ وہ ان کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کریں ـ؟ اس صورت و کیفیت کو کس چیز کا نام دیا جائے اور اس کی کس انداز سے تعبیر کی جائے ـــ میرے خیال میں اسے "خوشامد" کہنا زیادہ صحیح

ہے سے

اللہ کے کچھ بندے معبود ہی بن بیٹھے
لوگوں میں نظر آئی جب خوئے جبیں سائی

ہماری قوم کے عوام کا جہاں تک تعلق ہے ان میں بہر طور بہت سی خوبیاں ہیں۔ اسلام کے نام پر یا کسی اچھے عنوان سے انہیں جب پکارا جاتا ہے تو وہ غریب اپنا سب کچھ داؤ پر لگا کر میدانِ عمل میں نکل آتے ہیں ــــ تحریک پاکستان سے لے کر ۱۹۷۷ء کی تحریک تک کے واقعات ہمارے اس دعوٰی کا بین ثبوت ہیں ــــ تحریک پاکستان کے لیڈروں کی زندگیاں دیکھنے بھالنے کے باوجود ہمارے عوام نے ان پر اعتماد کیا اور اسی طرح ۱۹۷۷ء میں بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والی قیادت کے گلے میں ہار ڈالا ــــ لیکن ہمارے عوام کی مشکل یہ ہے کہ ان کی رائے کی کوئی قیمت نہیں، سرمایہ و جاگیر کے دھنی غائت درجہ عیاری سے ان سے کام لیتے اور پھر بیسوا کی مانند دوسری طرف رُخ کر لیتے ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ "عوام ہی قوت کا سرچشمہ ہیں" کا نعرہ لگانے والے بھی عوام کے ساتھ اسی طرح بدسلوکیاں کرتے رہے ــــ اہل علم و معرفت تک کا یہ حال ہے کہ وہ "عوام" نام کی ہر چیز سے اپنے آپ کو بالاتر سمجھتے ہیں اور اسی کو دینداری خیال کرتے ہیں ــــ فیا للعجب ــــ جبکہ صحیح الفطرت اہل علم و معرفت کا یہ حال تھا کہ وہ عوام میں رہنا اور ان سے میل جول ہی میں سعادت خیال کرتے تھے ــــ عوام کی اس طرح چھٹی کے بعد مخصوص لوگ رہ جاتے ہیں جنہیں آپ کوئی سا نام دے لیں ــــ یہ لوگ چڑھتے سورج کی پوجا کرنے کا خوب خوب ملکہ رکھتے ہیں، انگریز بہادر یہاں تھا تو یہ غایت درجہ نیاز مندی سے اس کے حضور کورنش بجا لاتے وہ روٹی کا ٹکڑا ہاتھ میں لے کر انہیں چمکارتا، یہ دُم ہلا کر اس کے پیچھے ہو جاتے ــــ پھر وہ جہاں چاہتا ان سے کام لے لیتا۔ ۱۸۵۷ء سے لے کر ۱۹۱۴ء تک اور ۱۹۱۴ء سے لے کر ۱۹۳۹ء تک، جہاں انگریز کو ضرورت پڑی وہاں یہ کام آئے ــــ سفید صاحب رخصت ہوئے تو کالے صاحب کا دَور آیا۔ اس نے مسلم لیگ کا روپ دھارا، جناح عوامی لیگ کا چولا بدلا، ری پبلکن بنائی۔ کنونشن مسلم لیگ کا سائن بورڈ لگایا۔ پی، پی، پی کی چھتری بنائی اور اب مجلس شورٰی کا مقدس نام ہے ــــ تلاش کریں اور آنکھ کھول کر، کہ ان مخصوص خاندانوں اور چہروں کے سوا کوئی اور بھی ہے؟ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ یہ لوگ تو خوشامد کے فن میں اتارو ہیں۔ انہیں خوب تجربہ ہے کہ وقت کا حکمران سے پارلیمانی نظام ہو تو کیسے تحسین کی جاتی ہے اور صدارتی نظام کا من پسند ہو تو کیسے آفرین کا بیان دیا جاتا ہے ــــ یہ خوب جانتے ہیں کہ سوشلزم کی مسند پر بیٹھنے والے کی تحسین کیسے کی جاتی ہے اور اسلام کے علمبردار کی کیسے؟ یہی وجہ ہے کہ ہر حکمران ان کی طرف توجہ کرتا اور انہیں شرفِ باریابی بخشتا ہے اگر وہ کوئی نیا چہرہ سامنے لائے تو اس کی تربیت میں وقت لگے گا اس سردردی سے بہتر ہے ــــ کہ تربیت یافتہ لوگ کام میں لائے جائیں ــــ سو وہ موجود ہیں کاسابلانکا کی تقریر پر انہوں نے حسب معمول خوشگوار ردِّ عمل کا اظہار کیا، اچھل کود کی، مسرت ظاہر کی اور زندہ دلانِ لاہور تو اتنے اچھلے کہ درخواست کر ڈالی کہ صاحب یہاں آئیں تو بات بنے؟ صدر صاحب ہماری بھلا کیوں نہ مانیں گے، وہ مانیں گے تو انہی کی لیکن ہم بہرحال ادائیگی فرض کے لئے عرض کرتے ہیں کہ جناب محترم! خوشامدی حضرات سے آپ بچیں، اس طبقہ کے حصار سے آپ نکلیں اس نے پہلے کئی سورما ٹھکانے لگا دئے۔ یہ آپ کو بھی اسی طرح ٹھکانے لگائیں گے کہ بر مزارِ ما غریباں والی کیفیت ہو جائے گی۔ اس لئے جناب والا ہم مخلصین کی مانیں اور ان کے حصار سے نکلیں، ان کو جھٹک دیں، بلکہ ان کو اس طرح ٹھکانے لگائیں کہ کہیں دھرتی پر ان کا نشان نہ ہو۔

جناب صدر! ہم علیٰ وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ ملک و قوم کے اصل مجرم یہ ہیں، جرائم ان کی گھٹی میں ہیں۔ جو لوگ انگریز کی خوشنودی کے لئے اپنے معتقدات تک کا سودا کر سکتے ہیں وہ آپ کے حق میں کب مخلص ہوں گے ــــ جو اپنے خالق و مالک کے نہیں ان سے امید وفا! اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے ــــ یہ اس وقت تک دُم ہلائیں گے جب تک اقتدار کی ہڈی سامنے رہے گی۔ پھر ان کا رویہ وہی ہوگا جو آپ کے پیش رَو حضرات کے ساتھ یہ برت چکے ہیں۔ اس لئے گذارش ہے اور بار بار کہ خوشامدیوں کو ٹھکانے لگا کر اخلاص کے ساتھ ملک و قوم کی خدمت کریں اور تقریروں سے بالاتر ہو کر عمل کی رسم ڈالیں۔ تقریریں بہت ہو چکیں، اب تقریر کا نہیں تدبیر کا وقت ہے۔

اللہ رب العزت آپ سمیت ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور ہمیں راہ حق پر چلنے کی توفیق بخشے ــــ آمین بحرمۃ سید المرسلین علیہ التحیہ والتسلیم

علوی 31.1.1984

بقیہ : نقطہ نظر

بھی نہیں ہے۔

دوسری دو آیتیں اور پیش کی گئی ہیں لیکن ان میں "من" (سے) ہے "فی" (اندر۔ میں) نہیں ہے اور یہاں معصرات ہے سموات نہیں۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے معارف القرآن میں ایک جگہ وہ آیت لکھی ہے جس کا ترجمہ آسمان سے پانی برسنا ہے لیکن اگر دیکھا جائے تو یہ پوری طرح آیت مذکورہ پر منطبق نہیں ہوتی ہے کیونکہ اُس میں واحد کا صیغہ ہے۔ اور آیت مذکورہ میں جمع کا صیغہ۔

خلاصہ یہ کہ قابل صد احترام صاحب مضمون نے چاند پر جانے کو قطعی طور پر ثابت کرنے کے لئے آیت کے ظاہری معنوں کو چھوڑ کر تاویلات کا سہارا لیا ہے جبکہ اس طرح کا حتمی فیصلہ کرنے سے حضرت مفتی محمد شفیعؒ اور دوسرے علماء دین نے احتراز کیا ہے۔ مفتی صاحبؒ کی تشریحات میں چاند پر جانے کا اشارہ تو ملتا ہے لیکن کوئی قطعیت نہیں ہے۔

بقیہ : مجلس ذکر

سکون کو ــــ وہ شخص بڑا خوش قسمت ہے جسے اطمینان خاطر نصیب ہو جائے اور قرآن نے بتلایا کہ اطمینان قلبی صرف اللہ تعالٰی کے ذکر ہی سے نصیب ہوتا ہے اور حدیث کہتی ہے کہ ذاکروں کو یہ نعمت حاصل ہو جاتی ہے۔

آپ حضرات اللہ تعالٰی کا شکر ادا کریں کہ آپ کو ہر ہفتہ کے بعد یہاں اس نعمتِ ذکر کی سعادت نصیب ہوتی ہے، اور احسان مانیں اپنے ان اکابر بالخصوص حضرت رحمہ اللہ تعالٰی کا جنہوں نے یہ دیا ہمارے لئے روشن کیا لیکن میرے عزیزو! اسی ہفتہ وار مجلس پر قناعت نہ کریں اللہ کی یاد سے کسی وقت غافل نہ ہوں اور اپنے گھر میں رات دن میں کوئی وقت ایسا خود تجویز کر لیں جہاں گھر کے افراد کو تھوڑی دیر کے لئے بٹھا کر اپنے رب کا اس طرح ذکر کر لیا۔ اس کی برکات سے گھر سے بے اطمینانی دور ہو گی، بے چینی ختم ہو گی، امن و سکون نصیب ہوگا اور جسمانی و روحانی امراض سے نجات ملے گی۔

اللہ تعالٰی توفیق دے۔

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : ادارہ

ذکر اللہ اور جناب نبی کریم علیہ السلام

پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

محترم حضرات و معزز خواتین!

حضرت امام ابن قیمؒ رحمہ اللہ تعالےٰ کے حوالہ سے پچھلی صحبت میں آپ سن چکے ہیں کہ اللہ رب العزت نے دس عنوانات کے تحت کس کس طرح قرآن عزیز میں ذکر اللہ کی تاکید و تلقین کی ہے۔ اب آئیں۔ حضور نبی محترم علیہ السلام کے ارشادات عالیہ اس سلسلہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

سب سے پہلے حضور علیہ السلام کے معروف صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ملاحظہ فرمائیں جسے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی روایت کیا اور اسے حضرت امام مسلم رحمہ اللہ تعالےٰ نے نقل کیا —— حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:۔

”جب اور جہاں بیٹھ کر اللہ تعالےٰ کے کچھ بندے اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے ہیں تو لازمی طور پر اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہر طرف ان کے ارد گرد جمع ہو جاتے ہیں اور ان نیک بندوں کو گھیر لیتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر چھا جاتی ہے اور انہیں اپنے سایہ میں لے لیتی ہے اور ان پر سکینت کی کیفیت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالےٰ اپنے ملائکہ مقربین میں ایسے لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں۔“

اس حدیث پاک میں جہاں ذاکرین پر مخصوص نعمتوں کے نزول کا ذکر ہے وہاں یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ چند افراد کا کسی ایک جگہ ذکر کرنا مخصوص فضائل و برکات کا باعث ہے۔ ہمارے مخدوم حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ

”اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ مسلمانوں کا جمع ہو کر ذکر وغیرہ کرنا رحمت و سکینت اور ملائکہ کے قرب کا خاص وسیلہ اور ذریعہ ہے۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ایسے مخصوص بندے جو اس کی دی ہوئی توفیق سے مل بیٹھ کر ذکر کرتے ہیں انہیں فرشتے[1] گھیر لیتے ہیں، رحمت الٰہی[2] انہیں اپنی آغوش میں لے لیتی ہے ان کے دل[3] پر سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالےٰ[4] اپنے مخصوص فرشتوں میں ان کا ذکر فرماتے ہیں؛ یہ چار نعمتیں ہیں جو گویا ایسے خوش قسمت افراد کو نصیب ہوتی ہیں۔ ان میں تیسری نعمت سکینت ذکر فرمائی گئی جس کا قرآن میں بھی ذکر ہے۔ مثلاً سورۂ توبہ میں اہل حنین کا ذکر ہے کہ جب اپنی کثرت جماعت کا خیال آیا تو وہ ابتلاء کا شکار ہو کر تتر بتر ہو گئے پھر اللہ تعالےٰ نے ان پر سکینت نازل فرمائی —— سکینت کہتے ہیں قلبی اطمینان اور روحانی

(باقی ۷ پر)

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

نظامِ حکومت میں عدل و تقویٰ اور اطاعت امیر کا مقام

شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :۔

محترم حضرات و معزز خواتین!

اسلام دین کامل ہے اور وہ انسان کی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔ عقائد و ایمانیات کا باب ہو یا عبادت کا، اخلاق و آداب معاشرت ہوں یا معاملات، وہ اپنے نام لیواؤں کی مکمل رہنمائی کرتا اور انہیں احکام و ہدایات دیتا ہے —— قرآن پر غور کیا جائے تو نظام حکومت کی گاڑی کے دو پہیئے عدل اور شوریٰ نظر آتے ہیں، ہمارے یہاں نظام حکومت پر اس طرح تو بحث ہوتی ہے کہ وہ وحدانی طرز کا ہو یا وفاقی طرز کا۔ صدارتی ہو یا پارلیمانی، لیکن اصل جو بات ہے اس پر ہم نے کبھی غور نہیں کیا اور وہ اصل بات ہے عدل اور شوریٰ۔

عدل اور شوریٰ

عدل نام ہے پوری زندگی کو توسط و اعتدال کے اس رنگ میں رنگنے کا جو منشائے الٰہی ہے اور شوریٰ نام ہے ہر معاملہ میں اس معاملہ کے اہل الرائے سے سنجیدہ مشاورت کا —— ہم عدل کا ڈھنڈورہ پیٹتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ ہمارے یہاں عدل بالکل عنقا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی عبادت و بندگی کے بجائے اکابر اولیاء کرام کے مزارات پر ہونے والی رسومات یقیناً عدل کے خلاف ہیں۔ ہمارا عدالتی نظام عدل کا منہ چڑانے کو کافی ہے جہاں سالہا سال تک مقدمات کے تصفیے نہیں ہوتے وعلیٰ ہذا القیاس۔ پوری زندگی میں عدل ندارد ہے —— رہ گئی شوریٰ تو اس کی بھونڈی شکل ہمارے یہاں ہے اس کی روح نہیں۔ تھانیدار، پٹواری، تحصیلدار اور ڈی سی کی رپورٹ پر جو چہرے شوریٰ کے نام پر اکٹھے کئے گئے ان کی جو حقیقت ہے اس سے کون سا باشعور انسان واقف نہیں ؟ سالہا سال سے مختلف حکومتوں کے زمانہ میں جو لوگ ممبران پارلیمنٹ منتخب ہوتے رہے انہیں آج شوریٰ کے نام پر اکٹھا کر لیا گیا ہے اور بس —— جب حقیقی معنوں میں عدل اور شوریٰ کے تقاضے پورے نہ ہوں تو پھر نظام حکومت استبدادی اور فسطائی بن کر رہ جاتا ہے۔ اور اس کا وہی تلخ ثمر سامنے آتا ہے جو آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ چوری، ڈاکے، آبرو ریزی، اغوا، قتل اور دوسرے معاشرتی جرائم پوری طرح جوان ہو کر معاشرہ کا سکون برباد کر چکے ہیں۔ مہنگائی، اشیائے صرف کی نایابی و کمیابی بھی اسی کا تلخ ثمر ہیں اور اس کے علاوہ قومی انتشار جیسی امراض خبیثہ بھی اسی کا برگ و بار ہیں۔

عوام اور امیر کو ہدایت

حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ واصحابہ وسلم کے چند ارشادات ذرا سماعت فرمائیں

آپ راعی اور رعایا کو کیا فرما رہے ہیں اور کس طرح دونوں کو اپنے فرائض اور ذمہ داریاں یاد دلا رہے ہیں، عوام ہیں تو انہیں امیر (حکمران) کی اطاعت کا سبق ہے لیکن بے قید اطاعت نہیں "اطاعت فی المعروف" اور امیر ہیں تو انہیں تقوےٰ اور عدل کا درس دیا جا رہا ہے۔ ارشاد ہے :۔

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ رب العزت کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے حضرت حق جل و علی مجدہٗ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری فرمانبرداری کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ اسلام یعنی اسلامی حکومت کا سربراہ سپر اور ڈھال کی مانند ہوتا ہے، اس کے ذریعہ سے قتال فی سبیل اللہ کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ سے بچاؤ کیا جاتا ہے۔ پس اگر وہ (امام و امیر) خدا ترس اور پرہیزگاری کا حکم دے اور عدل و انصاف کا رویہ اختیار کرے تو اس کے لئے بڑا اجر و ثواب ہے اور اگر وہ اس کے خلاف بات کرے تو اس پر اس کا وبال اور عذاب پڑے گا"۔

یہ روایت مبارکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم قدس سرھما نے نقل کی اور اس کا مفہوم ہے تو بڑا واضح —— پہلے تو حضور علیہ السلام قرآن کریم کی آیت "جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے بے شک اللہ تعالےٰ کی اطاعت کی" (النساء) کی تشریح فرمائی اور واضح کیا کہ میں جو کہتا ہوں وہ اپنے رب کی منشاء سے کہتا ہوں۔ کوئی ٹٹ پونجیا تخت و مسہری پر بیٹھ کر "اللہ کی کتاب ہمارے لئے کافی ہے" کا نعرہ لگاتا ہے تو وہ نبوّت کی حقیقت و عظمت کا انکار کرتا ہے —— اللہ کے نبی کے لئے اللہ تعالےٰ کا اپنا حکم ہے —— "جو رسول تمہیں دیں لے لو اور جس سے منع کریں رُک جاؤ" (الحشر) اس کے بعد آپ امیر و امام (حکمران) کی بات کرتے ہیں اور اس کے مخصوص مقام و منصب اور ذمہ داریوں کے پیش نظر اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتے ہیں۔ اور اس حقیقت کو مبرھن کرتے ہیں کہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری اور نافرمانی بالواسطہ خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت و نافرمانی ہے۔

امیر کیسا ہو؟

قرآن کے نقطہ نظر سے امیر و امام "بسطۃ فی العلم والجسم" کا مصداق ہونا چاہئے اور حضور علیہ السلام نے اپنے یہاں سپر و ڈھال کی مانند قرار دیا کہ جس طرح سپر اور ڈھال سے اپنا بچاؤ کیا جاتا ہے اسی طرح امام وقت مسلمانوں کا اور ان کے دین کا محافظ و سربراہ ہوتا ہے —— دیکھیں کتنا بڑا مقام ہے لیکن اگر وہ اس خوبی کا حامل نہیں۔ غیرت سے خود عاری ہے اور اس کے دور میں اسلامی روایات محفوظ نہیں، اسلام کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ لوگ امن و اطمینان سے محروم ہیں تو پھر شدید وبال اور عذاب بھی اس کا مقدر ہے۔ امیر کا کام عدل و تقویٰ کو لازم پکڑنا ہے جس کا معنی ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ تعالےٰ سے ڈرے اور ہر معاملہ میں اور ہر کسی سے عدل کا برتاؤ کرے۔

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالےٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے آقا و مخدوم کائنات سید الرسل محمد عربی علیہ السلام نے مجھے ہدایت فرمائی :۔

"اے معاویہ! اگر تمہیں حاکم مقرر کیا جائے تو خوف خدا (تقویٰ) اور عدل کو شعار بنانا"۔ (مسند احمد)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا :۔

"قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اس کے نزدیک سب سے افضل وہ لوگ ہوں گے جو نرم خو رحمدل اور عادل و منصف سربراہ حکومت ہوں، اور بدترین لوگ وہ ہوں گے جو سخت دل، ظالم اور غیر منصف سربراہ حکومت ہوں گے"۔ (بیہقی)

اطاعت فی المعروف

پہلی حدیث کے سیاق و سباق سے یہ بات بالکل واضح ہوتی ہے کہ اہل حکومت کی بے قید اور اندھا دھند اطاعت کا کہیں حکم نہیں۔ تاہم اس معاملہ میں سورۂ نساء کی اس ہدایت کو سامنے رکھیں۔ جس میں اللہ، رسول اور اولوالامر کی اطاعت کا حکم دے کر فرمایا کہ نزاع اور جھگڑے کی شکل میں اہل ایمان کو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرنا لازم ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کی روایت مندرجہ بخاری و مسلم میں واضح ہدایت ہے کہ "اصحاب امر کے احکامات سننا اور ماننا ہر مرد مومن کے لئے ضروری ہیں — وہ بھی جو لوگوں کو پسند ہوں اور وہ بھی جو ناپسند ہوں بشرطیکہ وہ کسی گناہ کا حکم نہ دیں۔ کیونکہ جب کوئی صاحب امر کسی خلاف شریعت بات کا حکم دے تو پھر سمع و طاعت بالکل نہیں"۔

بدقسمتی سے ہمارے یہاں یہ سارے قصے ہی بدل گئے۔ پارٹی بازی گروہ بندی اور باہمی انتشار نے ہماری قومی غیرت و حمیت کا جنازہ نکال دیا۔ عدل کی منزل سے ہم ایسے گرے کہ حکمران سے تعلق و دوستی ہے تو اس کا ہر معاملہ وحی کی مانند ہے اور دوستی و تعلق نہیں تو اس کا ہر بول زہریلا اور کڑوا ہے جب اس طرح بے انصافی اور بے اعتدالی کا دور دورہ ہو جائے تو پھر اس قوم کو خیر نصیب نہیں ہوتی —— کسی قوم اور ملک کے لئے خیر اسی میں ہے کہ اس کے حکمران عدل و تقویٰ کا نمونہ ہوں تو قوم خود تعاونوا علی البرّ والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان (المائدہ) کی قرآنی ہدایت پر پابند ہوں کہ خیر میں معاونت کریں اور شر میں اختلاف۔ بلکہ اس پر دھڑلے سے ٹوکیں کہ یہ افضل جہاد ہے (ابوداؤد) جب مسلمان قوم اور اس کے حکمرانوں کا ان باتوں پر عمل نہ ہوگا ان کی ہر کل ٹیڑھی رہے گی اور وہ دنیا میں کبھی عزت کا مقام نہ پا سکیں گی۔

رب العزت ہمیں خیر و تقویٰ کی زندگی گذارنے کی توفیق دیں۔

بقیہ : باتیں ان کی .....

اور اس میں حلول سمجھا جائے۔ اور اس کی پرستش کرنا باعث تقرب سمجھا جائے۔ بظاہر نظر ان کی عقلوں میں اور کوئی بات نہیں آتی تھی۔ اس واسطے اس زمانہ کے لوگوں نے چاہا کہ خدا کی رحمت کا ظہور ایک گھر کے ذریعہ سے ہو، لوگ اس کا طواف کریں۔ اس کی وجہ سے تقرب الی اللہ حاصل کریں۔ اس لئے خدا نے ان کو خانہ کعبہ کی طرف بلایا۔ اور اس کی تعظیم کا حکم دیا۔ اس کے بعد ہر زمانہ میں یہ علم پیدا ہوتا گیا کہ خانہ کعبہ کی تعظیم خدا کی تعظیم ہے اور اس میں کمی کرنا خدا کی خدمت میں کمی کرنا ہے اس لئے خانہ کعبہ کا حج فرض ہو گیا اور اس کی تعظیم کا اس طرح حکم دیا گیا کہ بغیر صفائی اور طہارت کے اس کا طواف نہ کیا جائے۔ نماز میں اس کی طرف منہ کریں اور بول و براز کے وقت اس کی طرف منہ کرنا یا پشت کرنا مکروہ خیال کریں۔

تاج محمود

ہم سفر تھا مرا ، ہم قدم تھا مرا
تاج محمود تو ، ہم قلم تھا مرا

جس جہاں میں عطاء اللہ سا نہ رہا
شیخ احمد علی ، حق نما نہ رہا
قاضی احسان احمد جہاں نہ رہے
ماسٹر جی جہاں میہماں نہ رہے
چل دئے جس جہاں سے محمد علی
جس جہاں میں نہیں سیّدِ غزنوی
جب نہ شورش نہ شمسی نہ حسنات ہے
جب اندھیری یہاں کی ہر اک رات ہے
اُس جہاں میں نہیں زندگی کا مزا
زندگی اُس جہاں میں ہے کرب و بلا
تاج محمود! تو بھی یہاں نہ رہا
تیرے دم سے تھا کچھ زندگی کا مزا

چار سُو اب ہیں تاریکیاں حکمراں
چار سُو اب ہے تنہائیوں کا سماں

آہ! وہ رات دن، آہ وہ روز و شب
بزمِ روحانیاں ، بزمِ عیش و طرب
شیخ احمد علی — خندۂ زیر لب
اہلِ محفل کو اُن کا وہ پاسِ ادب
جانِ محفل ، بخاری کی گُل کاریاں
رونقِ بزمِ شورش کی دِلداریاں
قاضی احسان احمد کے وہ قہقہے
مولوی غزنوی کے بڑے دُبدبے
ماسٹر جی کی شیرینیٔ گفتگو
اور شمسی کی نیرنگیٔ رنگ و بُو
مانگنے آئے چندہ محمد علی
ساری محفل میں اک مچ گئی کھلبلی

رونقیں دفترِ بزمِ احرار کی
ہو گئیں اب تو اک خیال اور خواب سی

گردِ راہِ سفر تاج محمود تھا
وہ بھی بن کے بگولا سا اِک اُڑ گیا
میرا ہم عمر تھا ، میرا ہمراز تھا
ایک مدت تلک میرا دمساز تھا
ربطِ باہم تھا دونوں میں اک مستقل
وہ بھی بیمارِ دل ، مَیں بھی بیمارِ دل
گو سرِ رہ گذر اب ملاقات تھی
یہ ملاقات بھی تو بڑی بات تھی
فاصلہ ہے غلام اور آزاد میں
کون ہے اب مرا ، فیصل آباد میں؟
تاج محمود پہنچا ہے فردوس میں
ہیں جہاں بزمِ احرار کی رونقیں

حق نے بخشا اُسے ، میری رائے میں ہے
خاتم المرسلیں کے وُہ سائے میں ہے

اُن بزرگوں کا مَیں بھی تو ہوں خوشہ چیں
ماسوا اللہ جن کی جُھکی نہ جبیں
پیر و مُرشد مرے شیخ احمد علی
مہرباں مجھ پہ انور ولی بن ولی
مَیں بخاری کا اک ترکِ شیراز ہوں
خواجہ حافظ کا ہمراز و دمساز ہوں
تاج محمود و شورش مرے دوست تھے
وہ مرا گوشت تھے ، وہ مرا پوست تھے
گو گنہگار ہوں ، گو سیہ کار ہوں
ہاں مگر شاملِ بزمِ احرار ہوں
تاج محمود! مجھ کو بلا لے وہاں
رونقیں بزمِ احرار کی ہیں جہاں

خاتم المرسلیں ، رحمت العالمیں!
اپنے سائے سے محروم کرنا نہیں

۲۳ جنوری ۱۹۸۴ء —— قلم برداشتہ —— حکیم آزاد شیرازی مدیر تذکرہ لاہور

مجلس ذکر ○ خضراء مسجد سمن آباد لاہور میں زیرِ صدارت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی ۵ ؍ فروری بروز اتوار بعد نماز مغرب ، دعوت عام

نقطہ نظر

زمین آسمانوں میں حیرت انگیز انکشاف

محمد الیاس نمتا۔ ایم ایس سی، کراچی یونیورسٹی

مولانا عبدالشکور ترمذی صاحب کا چاند کے متعلق دو اقساط میں لکھا ہوا ایک مضمون جنگ کے صفحہ "اقراء" میں نظر سے گذرا۔

موصوف نے اپنے مضمون میں ظاہری معنوں کو چھوڑ کر تاویلات سے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ فی السمٰوات سے مراد وہ حقیقی آسمان نہیں جس میں سے گذرنے کے لئے احادیث کے مطابق اجازت درکار ہوتی ہے۔ اس طرح موصوف نے آسمانوں کو بلندیاں کہہ کر چاند پر جانے کو آسان بنا دیا لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آیت کے ظاہری معنوں پر ہی (تاویلات سے قطع نظر) انحصار کیا جائے تب بھی چاند پر جانا کوئی مشکل نہیں۔

مولانا موصوف نے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی وجعل فیھا سراجًا وقمرًا منیرًا" کی تشریح بھی اپنے مضمون میں شامل کی ہے حضرت تھانویؒ نے اس کی تشریح فرمائی ہے کہ "ظاہراً فیھا" سے ان کواکب کا آسمان کے اندر مرکوز ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن اگر ظاہر کے خلاف کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جائے تو "فیھا" کو فی قربھا کے ساتھ مؤول کرنا ممکن ہے۔"

(بیان القرآن ج ۸ صـ۵۶)

حکیم الامتؒ کا یہ کہنا درست ہے کہ اگر ظاہر کے خلاف دلیل قطعی ہو۔ لیکن آیت مذکور کے ظاہری معنوں کے خلاف کوئی دلیل قطعی نہیں کہ جس کی بنا پر ہم ظاہری معنیٰ چھوڑ دیں۔ اس لئے کہ آیت مذکور سے ان کواکب کا آسمان کے اندر ہونا جو معلوم ہوتا ہے وہ صحیح ہے اور اب تک اس ظاہر کے خلاف کوئی دلیل قطعی ثابت نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔

دوسری جگہ صاحب مضمون فرماتے ہیں کہ "حضرت تھانویؒ کی عبارات کا خلاصہ مطلب بھی یہی ہے کہ قرآن کریم نے اس بارے میں کوئی واضح فیصلہ نہیں دیا کہ کواکب آسمان کے اندر ہیں بلکہ دونوں احتمال ہیں۔ اس لئے جس جس جگہ قرآن مجید میں کواکب کے بارے میں فی السماء اور فیھا (آسمانوں کے اندر ہیں) آیا ہے۔ اس کی تاویل فی قربھا (آسمانوں کے قرب میں ہیں) کی جا سکتی ہے۔"

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم فی السماء اور فیھا کے معنیٰ "آسمانوں کے اندر" لیں تو بھی کوئی حرج نہیں ہے اور تاویل کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

مولانا صاحب نے دوسری جگہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد نقل کیا ہے کہ "ستارے لٹکے ہوئے فانوس ہیں۔ آسمانوں اور زمین کے درمیان"

میں کہتا ہوں کہ درحقیقت یہ روایت بھی آیت کے ظاہر معنوں پر اثر انداز نہیں ہوتی ہے۔

مولانا صاحب نے ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ "آیت الم تر کیف خلق اللہ سبع سمٰوات طباقا وجعل القمر فیھن نورا...... میں سمٰوات سے فضا آسمانی مراد لینے میں ظاہر یہ اشکال معلوم ہوتا ہے کہ سمٰوات طباقا سے جرم آسمان کا مراد ہونا یقینی امر ہے اور اس جرم آسمانی ہی میں چاند کے روشن ہونے کا ذکر آیت میں کیا گیا ہے البتہ تاویل کی رو سے اگر فی کی ظرفیت کو مجازی تسلیم کر لیا جائے تو یہ اشکال کا حل ہو جاتا ہے۔"

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کوئی اشکال ہے ہی نہیں جسے حل کیا جائے سمٰوات طباقا سے جرم آسمان کا مراد ہونا یقینی امر ہے اور چاند پر جانے میں کوئی رکاوٹ

حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور علمائے دیوبند

سید الطائفہ حضرت مولانا خواجہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ یکم رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۸۵۹ء کو حضرت سید نذر دین شاہ صاحبؒ کے گھر گولڑہ شریف میں پیدا ہوئے۔ "مظہر حبیب حق" سے ۱۲۷۵ھ سن ولادت نکلتا ہے۔ ابتدائی تعلیم مولوی غلام محی الدین صاحب ہزاروی سے حاصل کی متوسطات موضع بھوئی ضلع کیمبلپور میں حضرت مولانا محمد شفیع صاحب قریشی سے اور انگہ ضلع سرگودھا میں مولانا سلطان محمود صاحب سے پڑھیں۔ آخری کتابیں حضرت مولانا لطف اللہ صاحب سے علی گڑھ میں پڑھیں اور سند حدیث حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری سے ۱۲۹۵ھ میں حاصل کی۔ اور بیس برس کی عمر میں تمام علوم وفنون سے فارغ ہو گئے۔

آپ کے سلاسل طریقت

طریقہ قادریہ میں آپ کے والد کے ماموں سید نذر دین شاہ خود مجاز تھے اور آپ ان سے مجاز تھے اس طریقہ قادریہ خاندانی ہے۔ طریقہ چشتیہ نظامیہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی سے حاصل کیا اور طریقہ چشتیہ صابریہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ مہاجر مکی سے مکہ مکرمہ میں ۱۳۰۷ھ میں حاصل کیا۔ دیوان سید محمد صاحب مرحوم سجادہ نشین پاکپتن شریف نے آپ سے طریقہ صابریہ میں بیعت کی استدعا کی تو آپ نے دیوان صاحب کو طریقہ صابریہ چشتیہ میں بیعت کیا اور حضرت حاجی صاحب کا سلسلہ شریفہ دیا دربار پاکپتن اب بھی طریقہ صابریہ میں سلسلۂ حضرت حاجی صاحب کے ساتھ منسلک ہے۔

آپ کی جامعیت

جب ۱۹۰۰ء میں مرزا قادیانی کے ساتھ لاہور میں مباحثہ طے ہوا جس سے مرزا فرار اختیار کر گیا۔ تو اس وقت کے ہر طبقہ اہل علم کے اجلہ علماء آپ کی معاونت اور امداد کے لئے پہنچ گئے ان میں مولانا سید عبدالجبار صاحب غزنوی امرتسری بھی تھے اور پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری بھی تھے۔ غرض کہ تمام علماء کے ساتھ آپ کے اخلاص اور ہمدردی کے مراسم تھے۔ ایک بار حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب گولڑہ تشریف لائے تو حضرت پیر صاحب نے خود ان کا استقبال فرمایا اور الوداع کے وقت ٹانگے پر سواری تک مشایعت فرمائی۔ مولانا نانوتوی کے متعلق فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفت علم کے مظہر اتم تھے۔ مولانا گنگوہی کو زندگی میں علم فیضہ اور بعد وفات مرحوم ومغفور سے یاد کیا۔ مولانا تھانوی کے متعلق "مہر منیر" میں لکھا ہے کہ وہ ہر مسئلہ کو خالص شرعی نقطہ نظر سے دیکھنے کے عادی تھے۔ صـ۲۶۸

اتباع سنت

جب ۱۳۰۷ھ میں آپ سفر حج پر تشریف لے گئے تو ایک رات اثناء سفر مدینہ منورہ وادئ حمراء میں آپ سے عشاء کی سنتیں رہ گئیں خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور حضور نے فرمایا کہ آل رسول کو سنت ترک نہیں کرنی چاہیئے۔

اس کے بعد آپ میں اتباع سنت کا جذبہ پہلے سے بھی بہت زیادہ قوی ہو گیا۔ چند شواہد ملاحظہ ہوں:

۱۔ راقم الحروف نے جب ۱۹۳۰ء میں آپ کی بیعت کی تو آپ نے فرمایا کہ تم طالب علم ہو تمہارا وظیفہ یہی ہے کہ خوب

محنت سے علم حاصل کرو میں نے عرض کیا کہ برکت کے لئے کوئی مختصر سا ورد بتا دیں تو آپ نے مہربانی فرما کر فرمایا کہ ہر نماز کے بعد جب بھی توفیق ہو دس بار یہ درود شریف پڑھ لیا کرو۔ اللھم صلی علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم۔ میں نے عرض کیا کہ علیٰ محمد کی جگہ علیٰ سیدنا محمد پڑھ لوں تو کوئی حرج تو نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنے بزرگوں سے جس طرح پہنچا ہے میں نے تم کو وہی بتا دیا ہے میں اس وقت تو خاموش ہو رہا۔ بعد کو ۱۹۳۶ء میں جب میں مدرسہ امینیہ دہلی میں حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ سے دَورہ حدیث پڑھا تو بخاری شریف کتاب الوضوء میں ایک حدیث باب فضل من بات علیٰ وضوء حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی یہ حدیث ترمذی شریف کتاب الدعوات میں بھی موجود ہے اور ابو داؤد شریف کتاب الادب میں بھی موجود ہے اور مسلم شریف کتاب الذکر باب الدعا عند النوم میں بھی ہے۔ اس حدیث شریف میں حضور علیہ السلام نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو ایک دعا ارشاد فرمائی اس میں ایک مبارک جملہ یہ بھی ہے کہ اللّٰھُمّ امنت بکتابك الذی انزلت وبنبیك الذی ارسلت الخ اس کے بعد ہے کہ حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ میں نے یہ دعا حضور علیہ السلام کو سنائی اور جملہ وبنبیك الذی ارسلت کے بجائے وبرسولك الذی ارسلت پڑھ دیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں ایسے مت پڑھو بلکہ وبنبیك الذی ارسلت پڑھو۔ اور ابو داؤد شریف کی روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے میرے سینے پر ٹھونکا مارا فطعن بیدہ فی صدری۔ اور اوپر والا جملہ دہرایا۔ اس پر حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ان الفاظ الاذکار توقیفیۃٌ ولھا خصائص واسرار فلا ید خلھا القیاس فتجب المحافظۃ علی اللفظ الذی وردت بہ۔ یعنی "اوراد کے الفاظ توقیفی ہوتے ہیں جن میں اپنے قیاس کو دخل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے جو الفاظ جس طرح وارد ہوئے ہیں ان کی ہی حفاظت کرنی چاہیئے۔"

حسن اتفاق

اور یہ عجیب حسن اتفاق ہوا کہ اب حال ہی میں حضرت کی مفصل سوانح حیات کے ص۳۱۲ پر سوانح نگار مولانا فیض احمد نے بھی یہی بات لکھی اور عینی کے حوالہ سے یہ الفاظ لکھے ہیں۔

علامہ عینی حاشیہ بخاری میں فرماتے ہیں اِنَّ اَلْفَاظَ الْاَذْکَارِ تَوْقِیْفِیَّۃٌ فِیْ تَعْیِیْنِ اللَّفْظِ وَتَقْدِ الثَّوَابِ" اھ والحمد للہ علی ذالك۔

۲۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت مولانا سید غلام محی الدین شاہ صاحب مرحوم کی شادی کے موقع پر بعض شوقین مزاج حضرات نے بہت زور لگایا کہ باجے بجائے جائیں لیکن آپ نے سختی سے انکار کرتے ہوئے فرمایا:

"مومن کی خوشی صرف اسی عمل میں ہے جس کے کرنے سے حق سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول مقبول ؐ کی رضامندی اور خوشنودی حاصل ہو ڈھول باجے بجانے کا مقصد سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ انسان اپنی عظمت اور بڑائی کا اظہار کرے اور میرے نزدیک وہ شخص بڑا ہی احمق ہے جو ایسے کام کرنے میں اپنی عزت سمجھے جس سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔ ... ہمارا فخر بس یہی ہونا چاہیئے کہ ہمارا ہر کام جادۂ مستقیم شریعت محمدی کے مطابق ہو لہٰذا لوگوں کے رسوماتِ مروجہ مثلاً ڈھول باجے تنبول نیندرہ وغیرہ سے ہمیں کوئی تعلق نہیں ..... بہتر یہ ہے کہ ایسی رسموں کو موقوف کیا جائے۔ جملہ حاضرین جن کا میرے ساتھ کچھ بھی تعلق ہے ان کو یہی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ہرگز رسوم جہالت تضیع مال و اوقات نہ کریں۔"

ملفوظات مہریہ ص۱۰۱ باختصار

اس عبارت سے یہ فوائد معلوم ہوئے ۱۔ ڈھول باجے بجانے سے شریعت نے منع فرمایا ہے ۲۔ یہ رسوم جہالت ہیں ۳۔ ان میں مال اور وقت ضائع ہوتا ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

۳۔ اسی طرح ایک دفعہ ایک بزرگ زادہ ایک سارنگی نواز کو حضرت کی مجلس میں لایا اور اس کو سارنگی بجانے

کا اشارہ کیا تو حضرت نے فوراً منع کر دیا اور فرمایا کہ:

"اگر میری خوشی چاہتے ہو تو میں ہرگز اس بات پر راضی نہیں ہو سکتا کیونکہ میں اپنے پیرو مرشد حضرت سیالوی ؒ کا پسندیدہ طریقہ ہرگز نہیں چھوڑ سکتا اور انہوں نے یہ کام نہیں کیا"۔

ملفوظات مہریہ ص۶۷

۴۔ ایک شخص کو تعویذ دیا وہ چلا گیا تو اس کو دوبارہ بلا کر پوچھا یہ تعویذ لڑکے کے لئے ہے یا لڑکی کے لئے اس نے بتایا کہ لڑکے کے لئے ہے تو فرمایا کہ اس تعویذ کو چمڑے میں بند کرانا چاندی میں بند نہ کرانا لڑکے کے لئے چاندی کا تعویذ جائز نہیں۔

آپ کی چند اصلاحات

شمالی پنجاب اور سرحدی علاقوں میں رفع سبابہ کو بدعت اور حرام سمجھا جاتا تھا اور رفع سبابہ کرنے والے پر سختی کی جاتی تھی۔ اس علاقہ کے آپ پہلے حنفی بزرگ ہیں جنہوں نے رفع سبابہ کو رواج دیا۔

اسیطرح جماعتِ نماز اور افطار صوم میں بھی تاخیر ہوتی تھی آپ نے نماز کو اول وقت میں رائج کیا اور افطار بھی غروب آفتاب کے بعد مطابق سنت کیا جاتا ہے۔

آپ کے چند فتاوے

ایک شخص نے سوال کیا کہ "حضور علیہ السلام کو بشر کہنے میں حضور کی تنقیص ہے کیونکہ لفظ بشر میں بحسب لغت حقارت پائی جاتی ہے۔ اس کے جواب میں آپ لکھتے ہیں:

"مخدوما! اس میں شک نہیں کہ اہل ایمان کے نزدیک ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطریقِ تکریم و تعظیم واجب اور ضروری ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ بشر کے معنی میں بحسب لغت عربیہ عظمت و کمال پایا جاتا ہے یا حقارت میری ناقص رائے میں لفظ بشر مفہوماً و مصداقاً متضمن بکمال ہے"۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

"بشر ہی کو کمالِ استجلاء کے لئے مظہر بنایا گیا ہے اور ملائکہ بوجہ نقص مظہریت محروم کمال ٹھہرے۔

پھر فرمایا:

"مگر میری ناقص رائے میں جو اوپر بیان کر چکا ہوں کہ صرف لفظ بشر کا اطلاق بغیر انضمام کلمات تعظیم۔ (مثلاً سید البشر افضل البشر وغیرہ) نہ ہونا چاہیئے کہ بوجہ شیوع عرف وقصد فرقہ ضالہ نجدیہ دہابیہ ایہام امر ناجائز کا ہوگا" اھ

فتاوی مہریہ ص۱۰ باختصار

دوسرا سوال

آپ سے سوال ہوا "حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک عورت کا جادو کرنا اور آپ پر اثر ہونا اور چھ ماہ تک باب وحی کا مسدود ہونا اور آپ کے بالمقابل حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ستر ہزار جادوگروں کے جادو کا اثر نہ ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے پھر قرآن پاک میں ہی ہے کہ واللہ یعصمك من الناس اور لن یضروك شیئا آیا ہے عجب حیرانی ہے برائے مہربانی اس کا عقدہ حل فرمائیں۔

الجواب: واقعہ مسحوریت جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صحیح اور درست ہے معوذتین کا شان نزول بھی باتفاق مفسرین یہی واقعہ ہے اور اس بارہ میں بکثرت احادیث مروی ہیں مگر اس واقعہ کے وقوع سے کوئی خدشہ اور اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ جیسے اور لوازمات بشریت مثلاً کھانا پینا سونا مریض ہونا من حیث البشریت والانسانیہ ذات مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لگا ہوا تھا اسی طرح اثر سحر کا وقوع بھی من حیث البشریت تھا نہ من حیث النبوۃ .... اور موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ ساحرین کے ساتھ من حیث النبوۃ تھا اور یہ قانون الٰہی ہے کہ آزمائش نبوت میں نبی کے مقابل کو فتح نصیب نہیں ہوتی۔ چنانچہ قصہ نوح و دیگر انبیاء علیہم السلام اور خود واقعہ موسیٰ علیہ السلام اس امر کا شاہد ہے۔

لیکن اگر مقابلہ من حیث النبوۃ نہ ہو تو پھر نبی کو تکلیف اور ایذا پہنچ جانی کوئی مستبعد نہیں بلکہ یہ خاصۂ بشریت ہے جیسے کہ اور لوازمات بشریت سے نبی مبرا نہیں ہوتا ویسے ہی دنیاوی تکالیف سے بھی پاک نہیں ہو سکتا۔ نیز آیۃ کریمہ

واللہ یعصمک من الناس اور دیگر آیات ایں معنی بھی اس واقعہ کی خلاف نہیں ہوسکتیں کیونکہ عصمت سے عصمت دینی مراد ہے نہ بدنی ورنہ دندان مبارک کا شہید ہونا کفاروں کا تکلیف و ایذا پہنچانا ملک چھوڑ کر ہجرت کرنا سب عصمت بدنی کے خلاف ہے پس منزو عصمت سے عصمت دینی مراد لینی پڑے گی جو خاصہ نبوت ہو اور موتو فیما نحن فیہ میں عصمت دینی ہے وھو المراد۔ نیز ان ایام میں انقطاع وحی بھی معلوم نہیں ہوتی کیونکہ معوذتین کا نزول اسی زمانہ میں ہوا ہے حضرات مفسرین نے اس واقعہ کو نہایت تفصیل اور بسط سے بیان کیا ہے۔ (پھر اپنے اس مدعا کو ثابت کرنے کے لئے تفسیر جمل کی یہ عبارت ثبوت میں نقل فرمائی ہے)

قال الراغب تاثیر السحر فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن من حیث انہ نبی وانما کان فی بدنہ من حیث انہ بشر وانسان کما کان یأکل ویتغوط ویغضب ویشتھی ویمرض فتاثیرہ فیہ من حیث ھو بشر لا من حیث ھو نبی وانما یکون ذالک قادحا فی النبوۃ لو وجد للسحر تاثیر فی امر یرجع للنبوۃ کما ان جرحہ وکسر ثنیتہ یوم احد لم یقدح فیما ضمن اللہ لہ من عصمتہ فی قولہ تعالی واللہ یعصمک من الناس وکمالا اعتداد بما یقع فی الاسلام من غلبۃ بعض المشرکین علی بعض النواحی فیما ذکر من کمال الاسلام فی قولہ تعالی الیوم اکملت لکم دینکم۔

ترجمہ:- امام راغب نے فرمایا ہے کہ نبی علیہ السلام پر جادو کا اثر ہونا آپ کی نبوت کی حیثیت سے نہ تھا بلکہ آپ کے بشر ہونے کی حیثیت سے تھا جیسا کہ بشر ہونے کی حیثیت سے آپ کھانے پینے پیشاب پاخانہ کرتے غصے ہوتے بھوکے پیاسے ہوتے بیمار ہوتے تو یہ تمام تاثیرات آپ کے بدن مبارک پر اس وجہ سے تھیں کہ آپ بشر تھے اس حیثیت سے نہ تھیں کہ آپ نبی تھے اسی طرح جنگ احد میں آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے آپ خود زخمی ہوئے تو یہ سب کچھ ہونا اللہ تعالیٰ کی ضمانت کے خلاف نہیں جو اس نے دی ہے کہ واللہ یعصمک من الناس کہ اللہ تم کو لوگوں (کی ایذاء) سے محفوظ رکھے گا۔ ایسے ہی کفار سے مسلمانوں کا شکست کھا جانا الیوم اکملت لکم دینکم کے منافی نہیں۔

فتاوی مہریہ ص ۱۰

علماء دیوبند کے متعلق فتویٰ

ایک بار موضع سالار گاہ ضلع راولپنڈی میں ایک مفتی حافظ نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ شاہ اسماعیل شہید، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا خلیل احمد انبیٹھویؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کافر ہیں اور جو امام ان کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ پہلے تو اس پر مناظرہ طے ہوا پھر فریقین نے حضور گولڑوی کو ثالث ماننے پر اتفاق کر کے مناظرہ ملتوی کر دیا۔ جب فریقین حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورت حال عرض کی تو آپ نے بہت جوش اور افسوس سے فرمایا کہ اگر یہ پانچ بزرگ مسلمان نہیں تو کوئی مسلمان نہیں اور جو امام ان پانچ بزرگوں کی تنقیص اور تکفیر کرے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اس کے آپ کے مفتی مولانا قاری غلام محمد صاحب پشاوری رحمۃ اللہ علیہ پاس بیٹھے تھے انہوں نے جواب میں یہی ملفوظات مبارک لکھ دیئے کہ یہ پانچ بزرگ قطعاً مسلمان ہیں اور جو امام ان کی تکفیر کرے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اھ یہ فتویٰ کئی بار چھپ چکا ہے مفصل دیکھنا ہو تو کتاب "ضرب شمشیر بر فتنہ پیر" میں ملاحظہ ہو یہ کتاب مولوی غریب اللہ صاحب ناظم دار العلوم مجددیہ موضع مانکی تحصیل صوابی ضلع مردان سے بقیمت ہر پئے مل سکتی ہے۔ اس مبارک فتویٰ کے بعد اس گاؤں میں یہ فتنہ ختم ہوگیا اور اہل دیہہ نے اس مفتی حافظ کو نکال دیا۔

علم غیب کے متعلق فتویٰ

سوال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا ہوا ہے یا نہیں اور آپ کو عالم الغیب کہا جاسکتا ہے یا نہیں۔

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بحسب نصوص قرآن مجید اور علم ماکان وما یکون کا از روئے احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام - اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ لیکن علم غیب کلی اوبالذات اور علی سبیل الاستمرار خاصہ خدائی ہے عزاسمہ اور علم غیب علی قدر الاعلام والاعطاء (یعنی جتنی قدر کہ آپ کو بتلائی گئی اور عطا فرمائی گئی اتنی قدر کا علم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا ہے اور اس لحاظ سے آپ کو عالم الغیب بعلم عطائی اور وہبی کہا جاسکتا ہے اھ

فتاوی مہریہ ص ۱۴

پھر اس کے بعد ص ۳۲ پر ایک فتویٰ کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں ولکن الرسل لا یطلعون علی جمیع الغیوب لیبقی الاختصاص الالھی بحالہ۔ فافھم واللہ الموفق والاعلم۔ لیکن رسولوں کو تمام غیبوں پر اطلاع نہیں دی جاتی (کیونکہ تمام غیبوں کا علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے) اور اختصاص الٰہی کو اپنے حال پر رہنا چاہیئے۔ اھ

(فتاوی مہریہ ص ۳۲)

آپ کی کسرنفسی اور حق پسندی

مزاج مبارک میں بے حد کسرنفسی اور حق پسندی تھی ملک میاں خان صاحب مرحوم ساکن بھوئی راوی ہیں کہ ایک دفعہ مؤذن نے مغرب کی اذان کہی اور آپ حجرے سے نکل کر مسجد کو آنے لگے تو چند مہمان اسی وقت اچانک سامنے آگئے اور مصافحہ میں مشغول ہو گئے اب مؤذن اپنی جگہ پر کھڑا آپ کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگا۔ اس اثنا میں امام مسجد مولانا قاری عبدالرحمن جونپوری جو بہت جلالی بزرگ اور بڑے فقیہہ تھے اقامت کی انتظار پر مصلی پر کھڑے رہے جب حضرت صاحب اور مؤذن پہنچے اور مؤذن اقامت کہنے لگا تو امام صاحب نے مؤذن کو ڈانٹ کر فرمایا کہ مت اقامت کہو۔ پہلے یہ جواب دو کہ تم اذان کے بعد وہاں کیوں کھڑے رہے اور اقامت میں اتنی تاخیر کیوں کی؟ مؤذن نے کہا حضرت صاحب لوگوں سے مل رہے تھے میں ان کے انتظار میں کھڑا رہا کہ یہ تشریف لے آئیں تو میں اقامت کہوں۔ امام صاحب نے غصہ سے کہا کہ نماز خدا کی تھی یا حضرت صاحب کی۔ اور اگر حضرت صاحب ایک گھنٹہ مصافحے کرتے رہتے تو تم وہاں ہی کھڑے رہتے اس پر مؤذن تو بالکل ہی مبہوت ہو گیا آخر خود حضرت صاحب نے فرمایا کہ قاری صاحب! یہ غلطی مؤذن کی نہیں میری ہے کہ مجھے ملاقات کو نماز کے بعد تک مؤخر کرنا چاہیئے تھا آئندہ ایسے نہیں ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس کے بعد نماز ہوئی۔

موضع بھوئی میں مولانا عبدالنبی عرف فقیر بابا جی صاحب کے جنازے پر آپ تشریف لے گئے وہاں ہزارہ کے ایک بڑے عالم مولانا فیض عالم صاحب متوفی ۱۹۰۴ / ۱۳۲۱ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت پیر صاحب کی انگلی میں چاندی کی دو انگوٹھیاں تھیں۔ مولانا فیض عالم صاحب نے پوچھا کہ مرد کے لئے دو انگوٹھیاں پہننا جائز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک انگوٹھی تو میری اپنی تھی دوسری انگوٹھی حضرت خواجہ سیالویؒ کی مجھے تبرک میں ملی ہے۔ مولانا فیض عالم صاحب نے فرمایا کہ اب فقہ کا جزیہ تلاش کرنا ہوگا کہ مرد کے لئے جائز تو ایک ہی انگوٹھی ہے لیکن اگر اپنے مرشد کی انگوٹھی ملے تو پھر دو جائز ہیں۔ اس پر آپ نے فوراً ایک انگوٹھی اتار کر جیب میں ڈال لی - سبحان اللہ! من کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اس کو کہتے ہیں اور یہ مکمل فنا نفسانیت کے بعد ہی ہوسکتا ہے۔

چند متفرق فوائد

جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے آپ کا طریقہ خالصۃً شریعت کی پابندی تھا ایک شخص نے پوچھا کہ شریعت اور طریقت کس کو کہتے ہیں فرمایا شریعت احکام دین کو کہتے ہیں اور طریقت ان احکام پر عمل کرنے کو کہتے ہیں۔

ایک شخص نے پوچھا پہلے شیخ کی وفات کے بعد دوسرے شیخ سے بیعت ہوسکتی ہے فرمایا ہاں ہوسکتی ہے۔ بشرطیکہ شیخ اول کی تحقیر اور توہین نہ کرے ورنہ رجعت ہوگی۔

قبروں پر قرآن خوانی کے متعلق فرمایا کہ قبر پر چالیس دن تک قرآن شریف پڑھایا جائے مگر بلا شرط اجرت کیونکہ

قرآن شریف کی اجرت لینی دینی حرام ہے ہاں اگر پڑھنے والے کو لالچ نہ ہو اور پڑھانے والا اجرت سمجھ کر نہ دے تو جائز لیکن یہ بہت مشکل ہے لہذا اچھا یہ ہے کہ دوست یا خویش و اقارب جو بلا اجرت پڑھنے والے ہوں وہ پڑھیں۔ سوال ہوا میت کو ثواب کس دن پہنچائے ہر دن یا کسی دن اور اس کی کیا تجویز ہوگی۔ فرمایا ہر دن یا شب جمعہ یا جس وقت اور جس دن چاہے پہنچا سکتا ہے۔

سوال: ارواح کا اپنے گھر میں آنا ہوسکتا ہے اور کس عرصہ تک۔

جواب: ارواح کا تعلق کسی قدر بدن سے چالیس روز تک ایسا ہی ہر روز جمعہ ہمیشہ کے لئے ہوتا ہے اسی تعلق خاص کو ارواح کا آنا سمجھئے نہ یہ کہ عالم ارواح سے نکل کر جسم کی طرف انتقال مکانی کرتے ہیں البتہ ان کا در ایام مذکورہ خاص تعلق ایسا ہی اثر رکھتا ہے جیسا کہ وہ خود آگئے ہیں یعنی بحیثیت مشیت ایزدی باخبر ہوتے ہیں۔

خاتمہ کلام

حضرت کے محامد اور فضائل کا احصا قطعاً ناممکنات میں سے ہے حضرت شیخ سعدی کا یہ شعر بالکل راست آتا ہے۔

ے نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

البتہ آخر میں آپ کا ایک مکتوب مبارک نقل کر کے اس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے اور یہ مکتوب مبارک آپ کی تعلیمات کے لئے ایک اہم معیار اور کسوٹی ہے اور اس مکتوب مبارک سے مدارس عربیہ اور مدارس فرنگیہ کے مابین جو فرق ہے اور مکاتب فرنگیہ کی جو نحوستیں پیش آنے والی تھیں ان کے متعلق آپ کی دور رس نگاہِ باریک بین نے کیا دیکھا اور کیا بیان کیا۔ حیرت ہوتی ہے سچ ہے در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست۔

تقریب اس مکتوب مبارک کی یہ ہوئی کہ سر صاحبزادہ عبدالقیوم خان وزیر اعظم صوبہ سرحد نے پشاور میں ایک کالج بنانا چاہا اور اس کا نام:

بر عکس نہند نام زنگی کافور۔ اسلامیہ کالج رکھا اور اس کے لئے پورے ہندوستان میں بڑا پراپیگنڈہ کیا۔ وزیر اعظم کے خوشامدیوں نے سر صاحبزادہ عبدالقیوم کو "سر سید سرحد" کا لقب دیا۔ ایک بار ان ایام میں حضرت صاحب پشاور گئے تو اس سلسلہ میں صاحبزادہ خود بھی حضرت کو ملا اور دین اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے متعلق لچھے دار بیان شروع کیا۔ حضرت نے چرب بیانی سے منع فرما دیا اس کے بعد اس نے ایک خط لکھا اور اس میں لکھا کہ دوسری قوموں نے مسلمانوں کے علوم حاصل کر کے کامیابیاں حاصل کیں اور ہم نے اپنے بزرگوں کی میراث کو گنوا دیا اس خط کے جواب میں حضرت نے درج ذیل خط تحریر فرمایا۔ خط فارسی میں تھا اس کا سلیس اردو ترجمہ کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیاز مند درویشاں کی طرف سے بخدمت جناب صاحبزادہ محمد عبدالقیوم صاحب حفظ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کا گرامی نامہ فقیر کے ملاحظہ سے گذرا۔ لیکن اس میں بھی وہی باتیں ہیں جو آپ نے زبانی پشاور میں ارشاد فرمائی تھیں۔ اور ان کا بالمشافہ جواب بھی فقیر نے وہاں ہی گذارش کر دیا تھا اب اسی گذارش کو دوبارہ دہرانا آپ کو تکلیف ہی دینا ہے۔ فقیر سفر میں ہے اور دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو اس اسلام کی اشاعت کی اور اقتداء کی توفیق عطا فرمائے کہ جو اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند اور حضرات سلف صالحین کی طرز و طریقہ کے عین مطابق ہو۔

آپ کے خط کے بعض فقرات مثلاً یہ فقرہ کہ "دوسری قوموں نے ہمارے علوم و فنون حاصل کر کے بڑی بڑی کامیابیاں حاصل کر لیں لیکن ہم نے اپنے بزرگوں کے اس قیمتی ورثہ کو ضائع کر دیا" ایسے فقرات سے سخت تعجب ہوا۔

مخدوم من! جن علوم کا اللہ و رسول کے نزدیک اعتبار ہے وہ علم شرائع اور ادیان ہیں اور وہ علوم تو اپنے خادم علوموں یعنی علوم آلیہ صرف نحو وغیرہ کے سمیت ہمارے دینی مدارس اور علماء اسلام کے ذریعے بالکل ہمارے پاس ہیں ضائع نہیں ہوئے اور دوسری کافر اقوام اب تک ان علوم سے بے نصیب ہیں پس

آپ کے خط کا یہ جملہ بالکل صحیح نہیں البتہ اس طرح صحیح ہوسکتا ہے کہ علوم دینیہ ہمارے ہاتھوں سے نکل جائیں اور ان کی جگہ بمصداق "کلمہ خیر ارید بہا شر" انگریزی علوم "ترقی اسلام" کے عنوان سے پھیلائے جائیں فاللہ خیر حافظاً وہو ارحم الراحمین۔

اور عنوان معنوں سے اس طرح مطابق ہو جائے کہ غیر شرعی طریقوں سے ترقی معیشت ہو جائے نہ کہ ترقی دین اسلام۔

ع بر عکس نہند نام زنگی کافور، ہمارے اور آپ کے بعد جو بھی زندہ رہے وہ اپنی آنکھوں سے آپ کی ان کوششوں کا نتیجہ دیکھ لیں گے کہ اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوگا کہ احکام دینی نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ تو پس پشت ہو جائیں گے اور ظاہری جلب منفعت اور شکم پری کے بغیر دوسرا کوئی نتیجہ ہرگز نہ ہوگا۔

الا من حفظہ اللہ وما علینا الا البلاغ

والسلام

المحرر کمینہ ترین خلق اللہ المدعو
بمہر علی شاہ عفی عنہ ربہ بقلم خود

وصال پر ملال

آپ کا وصال مطابق روز وصال حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بروز سہ شنبہ ۲۹ر صفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء واقع ہوا اور آٹھ بجے شب یہ آفتاب عالمتاب صوری طور سے ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

"بگو فخر زمان و قطب دوران"
۱۳۵۶ھ
تاریخ وفات ہے۔ اللھم اعلیٰ درجاتہ ولا تحرمنا اجرہ

بقیہ : مرتد کی سزا

۳۔ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں عبداللہ بن مسعودؓ نے آپ کو تحریر کیا کہ عراق میں ایک جماعت مرتد ہو گئی ہے ان کی بابت کیا حکم ہے؟ خلیفۂ وقت نے تحریر کیا کہ انہیں اسلام پیش کیا جائے۔ اگر وہ مان جائیں تو انہیں چھوڑ دیا جائے اگر انکار کریں تو انہیں قتل کر دیا جائے۔

۴۔ حضرت علیؓ کے زمانہ میں ایک شخص پیش کیا گیا جو پہلے عیسائی تھا۔ پھر مسلمان ہو گیا پھر عیسائی ہو گیا۔ آپ نے اس سے وجہ دریافت فرمائی۔ اس نے کہا میں نے عیسائیوں کے دین کو آپ کے دین سے بہتر پایا حضرت علیؓ نے پوچھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے۔ اس نے کہا وہ میرے رب ہیں یا یہ کہا کہ وہ علی کے رب ہیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔
(طحاوی)

فقہا کی متفقہ رائے

چاروں امام عظام نے مرتد کو واجب القتل قرار دیا ہے۔ اختلاف صرف اس بات پر ہے کہ قتل سے پہلے سوچ و فکر اور توبہ کا موقع دینا چاہئے یا نہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کا ارشاد ہے کہ توبہ کی فہمائش ضروری نہیں ہے تاہم اگر وہ خود درخواست کرے تو اسے تین دن تک مہلت دی جا سکتی ہے۔ لئے ارتداد کی سزا قتل پر سب کا مکمل اتفاق ہے۔

قانون ارتداد کا نفاذ آسان ہے

اسلام میں قانون ارتداد سے غیر مسلم اثر انداز اور سزاوار نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ مسلمان ہی کو اسلام ترک کرنے پر سزا دی جاتی ہے اس لئے دوسرے مذاہب اور غیر اسلامی ممالک کو تو اس پر اعتراض کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسلامی مملکت میں ارتداد کے متعلق قانون سازی میں نہ ہی کوئی مشکلات ہیں اور نہ ہی اس قانون پر عملدر آمد کوئی مزاحمت ہوسکتی ہے۔ بلکہ اس قانون سے غیر مسلم کو فائدہ ہے کہ کوئی کافر مسلمان ہونے سے پہلے پوری سوچ و فکر کرے گا اور یونہی کسی لالچ اور خوف سے اسلام کا دامن نہیں پکڑے گا کیونکہ اس کو معلوم ہے کہ اسلام کو ترک کرنے پر وہ قتل کا سزاوار ہوگا۔

حکومت اسلامی نظام کو سست رفتاری سے بتدریج نافذ کر رہی ہے۔ حالانکہ اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو انقلابی اور جنگی بنیادوں پر تیز رفتاری سے نافذ کرنا چاہئے۔ کم از کم اتنا تو ضرور ہو کہ جن قوانین کی بڑی اہمیت ہے ان کو ترجیحی بنیادوں پر جلد نافذ کر دیا جائے۔ قانون ارتداد مسلمانوں کو فتنہ ارتداد سے بچانے کے لئے ناقابل تسخیر فصیل ہے۔ اس لئے حکومت قانون ارتداد بغیر کسی تعامل کے

تحریر: محمد انور قریشی

مُرتد کی سزا قتل

قانون نافذ کرو

پاکستان میں اسلامی قوانین کو بتدریج نافذ کیا جا رہا ہے لیکن مقام افسوس ہے کہ ارتداد کی سزا کا قرآنی قانون نافذ کرنے پر ابھی تک توجہ نہیں دی گئی حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ ایمان تمام دُنیا کی بادشاہت سے اور دُنیا بھر کے خزانوں سے زیادہ عظیم سرمایہ ہے۔ یہ مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا انمول انعام ہے۔ ایمان کے ساتھ نیک اعمال کرنے سے کرہ ارض پر امن و امان فلاح اور خوشحال زندگی قائم ہو سکتی ہے، اس لئے ایمان کا تحفظ لازم ہے۔

مسلمان کا دینِ اسلام سے پھر جانا اور اسلام کو ترک کر کے کوئی اور مذہب اختیار کرنا ارتداد کہلاتا ہے، یہ سنگین جُرم ہے جس کی سزا موت ہے۔ قرآن حکیم کے احکام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، خلفاء راشدین کے عمل اور چاروں اکابر امام صاحبان کے فقہ کے مطابق مرتد کی سزا قتل ہے، لہٰذا اس مسئلہ پر اجماعِ اُمت ہے۔ گذشتہ چودہ سو سال میں جہاں بھی اسلامی نظام نافذ ہوُا ہے وہاں مرتد کو ہمیشہ واجب القتل قرار دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ، رسولِ معظم اور حکومت سے بغاوت

حقیقتاً اسلامی ممالک میں دینِ اسلام سے پھر جانا صرف اسلام سے ہی بغاوت نہیں ہے بلکہ اسلامی نظام، ملک کے اسلامی آئین اور حکومت سے بھی بغاوت ہے کیونکہ اسلام مکمل نظامِ حیات اور نظامِ مملکت ہے۔ ارتداد در اصل اللہ تعالیٰ، خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی نظام سے بیزاری اور نفرت کا اظہار ہے اور اُن سے اعلانِ جنگ ہے۔ اسلام کو ترک کرنے والا شخص دین اسلام کی اہانت کرتا ہے، وہ دوسروں پر یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اللہ کے دین میں کوئی صداقت و خوبی نہیں اور اس طرح وہ دوسروں کو اسلام قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے سے روکتا ہے۔ اگر اس کا سختی سے سدِ باب نہ کیا جائے تو حکومت کے نظام اور معاشرہ میں فتنے اور فساد برپا ہوتے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دنیوی بادشاہ اور حکومت کا باغی تو سزاوار ہو اور شہنشاہ کائنات اور سرکار دو جہاںؐ کے باغی پر کوئی تعزیر عائد نہ ہو حالانکہ وہ تو سخت ترین سزا کا مستحق ہے؟ غیر اسلامی ممالک میں بھی اگر کوئی شخص ملکی آئین اور حکومتِ وقت کی مخالفت اور بغاوت کرتا ہے تو وہ سیاسی ارتداد کا مرتکب ملک کا غدار اور سزاوار قرار پاتا ہے۔ امریکہ ہو، برطانیہ یا کوئی اور غیر اسلامی ملک سب کا یہی قانون ہے۔ اگر کسی کیمونسٹ ملک میں کوئی شخص اشتراکیت کی مذمّت و مخالفت کرے یا ترک کرنے کا اعلان کرے تو اس کا کمیونسٹ ملک میں زندہ رہنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے عہد شکنی

جب کوئی شخص مسلمان کے گھر میں پیدا ہو کر پرورش پاتا ہے یا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے وفاداری اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کرنے کا عہد کرتا ہے۔ اسلام کو ترک کرنے سے وہ شہنشاہِ کائنات کے اس عظیم عہد کو توڑنے کے سبب موجبِ سزا ہو جاتا ہے۔ یہ شخص اللہ کی پارٹی سے نکل کر شیطان اور کفار کی پارٹی میں داخل ہوتا ہے۔ اس کا یہ فعل اس کی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ

معاشرے میں وبا بن کر پھیلتا ہے۔ وہ بعض اوقات جماعت سازی کر کے مزید قوت حاصل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے مل کر ساز باز کرتا ہے۔ مرتد اسلامی حکومت کے خلاف تخریب کاری سے بھی گریز نہیں کرتا۔ مرزا غلام احمد اور قادیانی جماعت کی نمایاں مثال ہمارے سامنے ہے۔ ارتداد سے ملت اسلامیہ کو بہت سے خطرات پیدا ہوتے ہیں۔ ہمیں اندرا گاندھی اور روس کے صدر کے کفر سے اتنا صدمہ نہیں ہوتا جس قدر بنگلہ دیش کے صدر مجیب الرحمٰن اور افغانستان کے صدر ببرک کارمل کے باغیانہ کردار سے ہوا ہے۔ کفار سے اسلام کو جو خطرات ہوتے ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ مسلمانوں کے باغیانہ کردار سے ہوتے ہیں۔

ارتداد موت سے زیادہ المناک ہے

جُرم ارتداد میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ ارتداد سے اسلام کا روحانی رشتہ منقطع ہوتے ہی خونی رشتہ بھی ختم ہو جاتا ہے، نکاح فسخ ہو جاتا ہے اور حقوق وراثت زائل ہو جاتے ہیں۔ اسلام نے اصلاح معاشرہ، امن و امان اور اسلامی نظام کی کامیابی کے لئے حدود نافذ کئے ہیں جو ظاہراً تو سخت معلوم ہوتے ہیں مگر معاشرے میں بے کس، غریب اور مظلوم کی عزت و آبرو اور حقوق کے تحفظ کے لئے بہت مؤثر ثابت ہو چکے ہیں۔ جس طرح چور کی سزا ہاتھ کاٹنا، ڈاکو کی سزا مختلف طرفین سے ہاتھ اور پاؤں کاٹنا ہے، قاتل کی سزا قتل اور زانی کی سزا سنگسار کرنا ہے اسی طرح جرم ارتداد کی سزا موت ہے جو عبرت ناک بھی ہے۔

جب کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ بدکاری کا مرتکب ہو کر اس کی زندگی تباہ کرتا ہے تو اس کے عزیز و اقارب اس حادثہ کو موت سے بھی زیادہ المناک تصور کرتے ہیں۔ اسی لئے زانی کی سزا سنگسار کرنا ہے یعنی موت۔ اسی طرح کسی مسلمان کا دینِ اسلام ترک کر دینا اس کے عزیز و اقارب کے لئے ہزاروں موتوں سے بھی زیادہ غمناک ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ کے غضب اور جہنم کے درد ناک عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مبتلا ہو جائے گا۔ بلکہ مسلمانوں کا ارتداد تو برادری کے دائرے سے بڑھ کر ملّت کے غم اور توہین کا باعث بنتا ہے۔

اسلام میں جبر نہیں ہے

لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔ اسلام میں کسی کو جبراً مسلمان نہیں بنایا جاتا اور ہر شخص کو مکمل آزادی ہے کہ وہ سوچ و فکر اور تحقیق کے بعد اسلام میں داخل ہو مگر دینِ اسلام اپنانے کے بعد اس فعل کی ہرگز اجازت نہیں ہے کہ جب چاہے وہ اس میں داخل ہو اور چاہے اس سے نکل جائے۔ اس طرح تو دینِ اسلام اور اسلامی نظام حکومت ایک مذاق بن جاتا ہے جس کی کوئی باوقار حکومت متحمل نہیں ہو سکتی۔

عیسائیت اور مرزائیت کا سدّ باب

مسیحیت بین الاقوامی مسئلہ ہے جس کا بہترین حل قانون ارتداد کا نفاذ ہے۔ غیر ملکی عیسائی مشنریاں اربوں روپیہ مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لئے صرف کر رہی ہیں، ان کی ہزاروں تنظیمیں اور بے شمار کارکن ہیں۔ عیسائی مشنریوں نے ہزاروں سکول، کالجز، ہسپتال، زچہ خانے، یتیم خانے، زراعتی فارم خط و کتابت سکول، اسٹڈی سرکل اور رہائشی کالونیاں قائم کی ہیں۔ اسلام نے ان تمام منصوبوں کو بے اثر کرنے کے لئے قانون ارتداد کا حکم دیا تا کہ مسلمان لالچ، دھوکہ اور فریب کے ذریعے جلد بازی میں عیسائی بننے سے محفوظ رہیں۔ اسی طرح اگرچہ قادیانیوں کو قانوناً غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے مگر اس قانون کو پوری طرح مؤثر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ قانون ارتداد نافذ کیا جائے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ وزارتِ مذہبی امور کے ماتحت یا صوبائی سطح پر نیم سرکاری شعبۂ تبلیغ ہو جو پاکستان کے غیر مسلموں کو تبلیغ اسلام، احسن اخلاق و کردار سے اسلام کی طرف مائل کرے۔ تالیفِ قلب کا کام بھی حکومت کی سطح پر احسن طریقہ سے سرانجام دیا جا سکتا ہے۔ نومُسلموں کی معاشی اور معاشرتی مشکلات کو دُور کرنے کے لئے حکومت کو نمایاں کردار ادا کرنے کا منصوبہ بنانا چاہیئے تا کہ نومسلم فتنہ ارتداد سے بچیں۔

قرآن حکیم میں ارتداد کے احکام

سورہ مائدہ میں ارتداد کے متعلق رشاد رب العزت ہے :۔

"اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالےٰ بہت جلد ایسی قوم لے آئیں گے جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور اس قوم کو اللہ تعالےٰ سے محبت ہوگی۔ وہ مسلمانوں پر مہربان ہوں گے اور کافروں کے ساتھ سخت ہوں گے۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کریں گے۔"

صاف ظاہر ہے کہ قرآن حکیم کی یہ آیت مرتد لوگوں کے متعلق ہے، ان کے ساتھ زبردست سختی کرنے اور خوب جہاد کرنے کا حکم ہے تاکہ مرتدوں کو قتل اور نیست و نابود کرکے دوسری قوم ان کی جگہ لائی جائے۔ تفسیر ابن کثیر میں تحریر ہے، خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جو لوگ خلافتِ صدیقیؓ میں پھر گئے ان کی طرف اشارہ ہے۔ اور جس قوم کو ان کے بدلے میں لانے کا وعدہ ہو رہا ہے وہ اہل قادسیہ ہیں یا قوم سبا ہے یا اہلِ یمن ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں نبوت کے جھوٹے دعوے دار مسیلمہ کذاب اور کئی مرتد قبیلوں سے قتال کیا۔ سورہ توبہ میں ارشادِ ربانی ہے:

"پس اگر وہ لوگ (کفر سے) توبہ کرلیں نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔ اور ہم صاحب علم کے لئے اپنے احکام تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ اگر وہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دینِ اسلام پر طعن کریں تو تم کفار کے سرداروں سے قتال کرو۔ کیونکہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اس طرح شاید وہ باز آجائیں۔"

قرآن حکیم کی اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ان لوگوں نے عہد کرنے یعنی اسلام لانے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیا یعنی اسلام سے پھر گئے اور اسلام پر طعن کرنے لگے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے مرتد لوگوں اور ان کے سرداروں سے جنگ کا حکم دیا۔ کیونکہ اس طرح ان کا اسلام سے رجوع کرنے کا امکان ہوسکتا ہے۔

سورہ آل عمران میں ارشاد رب العزت ہے :۔

"اللہ تعالےٰ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت کریں گے جو ایمان لانے کے بعد اور رسولؐ کے سچے ہونے کے اقرار کے بعد اور واضح دلیلیں پہنچنے کے بعد کافر ہوگئے۔ اور اللہ تعالےٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی سزا تو یہ ہے کہ ان پر اللہ تعالےٰ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے جو کبھی ہلکا نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی ان کو ڈھیل دی جائے گی۔"

قرآن حکیم کی اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ایمان لانے کے بعد اسلام سے پھر جانا اس قدر بُرا فعل ہے کہ ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہوتی ہے جو کہ معمولی بات نہیں ہے کیونکہ اس کا نتیجہ یقیناً دنیوی تباہی و بربادی اور قتل و غارت ہے اور اُخروی عذاب اس کے علاوہ ہوگا۔

مرتد کے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات

۱۔ "اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کرو ہر اس شخص پر خواہ وہ رشتہ میں نزدیک کا ہو یا دُور کا اور اللہ کے کاموں میں تمہیں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ ہو۔"

(راوی عبادہؓ بن صامت) ابن ماجہ

۲۔ "جو شخص اپنا دین (اسلام) بدل دے اس کو قتل کر دو۔"

(راوی ابن عباسؓ) ابن ماجہ

اس حدیث کے متعدد راوی ہیں اور یہ تمام مستند حدیث کی کتابوں میں تحریر ہے۔

۳۔ "کسی مسلمان کا خون کرنا حلال نہیں ہے جو گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ مگر تین جرائم میں سے ایک کی وجہ سے یہ کہ جان کے بدلہ میں جان یا شادی شدہ ہو کر زنا کرے یا اپنے دین کو چھوڑ دے اور مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جائے۔"

(راوی عبداللہ بن مسعودؓ) ابن ماجہ

۴۔ جب کوئی غلام شرک کی طرف بھاگے تو اس کا خون (یعنی قتل) حلال ہے۔" (راوی ابوداؤد) مشکوٰۃ شریف

۵۔ جنگ اُحد کے موقعہ پر ایک عورت مرتد ہوگئی۔ اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے توبہ کرائی جائے اگر توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کر دیا جائے۔"

(راوی حضرت عائشہؓ) بیہقی

۶۔ ابوامامہ بن سہیل بن حنیف سے روایت ہے۔

"حضرت عثمانؓ (جب باغیوں نے ان کو گھیر لیا) چھت پر برآمد ہوئے اور ان (باغیوں) کی باتیں سنیں۔ وہ حضرت عثمانؓ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ لوگ مجھے قتل کرنے کی دھمکی دیتے ہیں۔ اور مجھے کیوں قتل کرتے ہیں حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرماتے تھے کہ مسلمان کا خون حلال نہیں ہے مگر تین باتوں میں سے ایک کے سبب۔ ایک وہ شادی شدہ شخص جو زنا کرے پس وہ سنگسار کیا جائے، دوسرا جو ناحق کسی کو قتل کرے، تیسرا وہ شخص جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے۔ تو قسم خدا کی میں نے کبھی زنا نہیں کیا، نہ جاہلیت کے زمانے میں، نہ ہی اسلام لانے کے بعد اور نہ میں نے کسی مسلمان کو قتل کیا ہے اور نہ میں مرتد ہوا ہُوں اسلام لانے کے بعد۔"

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عثمانؓ کی اس حدیث پر صداقت کی وجہ سے مجمع میں سے کسی شخص نے اعتراض نہیں کیا بلکہ خاموش رہے۔

۷۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے:۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کا حاکم مقرر کرکے بھیجا۔ پھر اس کے بعد معاذ بن جبلؓ کو روانہ کیا۔ جب معاذ بن جبلؓ وہاں پہنچے تو انہوں نے اعلان کیا کہ میں تمہاری طرف اللہ کے رسولؐ کا بھیجا ہوا ہوں۔ ابوموسیٰؓ نے ان کے لئے تکیہ رکھا تاکہ وہ اس سے لگ کر بیٹھیں۔ پس اُسی وقت ایک شخص پیش ہُوا جو پہلے یہودی تھا پھر مسلمان ہوا پھر کافر ہوگیا پس معاذؓ نے کہا میں ہرگز نہ بیٹھوں گا جب تک یہ شخص قتل نہ کر دیا جائے۔ یہی اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے۔ معاذؓ نے یہ تین بار کہا۔ پس وہ قتل کر دیا گیا تو معاذ بیٹھ گئے۔"

(نسائی، بخاری، ابوداؤد وغیرہ)

یہ واقعہ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پیش آیا۔ جب حضرت ابوموسیٰؓ گورنر کی حیثیت سے اور حضرت معاذؓ نائب گورنر کی حیثیت سے بعد ازاں وہاں گئے تھے۔

خلافتِ راشدہ کے دَور کے واقعات

خلفاء راشدین کے دَور کے واقعات تو بہت ہیں جن میں سے مرتد کی سزا قتل ثابت ہے اختصار کے لئے ہر دَور کا صرف ایک واقعہ تحریر کیا ہے۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں ایک عورت جس کا نام اُمِ قرفہ تھا اسلام لانے کے بعد کافر ہوگئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس کو توبہ کرنے اور اسلام کی طرف رجوع کرنے کے لئے کہا مگر اُس نے توبہ نہ کی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُسے قتل کر دیا۔ (بیہقی)

۲۔ حضرت ابوموسیٰؓ نے حضرت انسؓ کو امیر المومنین حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ حاجبہ اور بکر بن وائل کے لوگ جو مرتد ہوگئے تھے ان کا کیا حشر ہوا۔ آپ نے بتایا کہ وہ سب قتل کر دیئے گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر انہیں زندہ گرفتار کرتے تو مجھے زیادہ خوشی ہوتی۔ حضرت انسؓ نے کہا کہ اگر زندہ گرفتار کیئے جاتے تو پھر بھی انہیں قتل ہی کرنا تھا۔

امیر المومنینؓ نے فرمایا کہ اگر وہ زندہ گرفتار ہو جاتے تو میں اُن سے کہتا کہ جس دروازے سے تم باہر آئے ہو وہ اب بھی کُھلا ہے۔ امیر المومنینؓ نے ان کے قتل کو ناحق قرار نہیں دیا۔ آپؓ چاہتے تھے کہ ان کو اسلام کی طرف رجوع کرنے کی مہلت دی جاتی۔

(باقی ۲۱ پر)

بقیہ : احادیث الرسولؐ

کسی کا زیردست کر دے تو اس کا فرض ہے کہ جو خود کھاتا ہے وہ اسے کھلائے جو خود پہنتا ہے اسے پہنائے اور اسے ایسے کام کا مکلّف نہ کرے جو اس کے لئے بھاری ہو اور اگر ایسے کام کا کہے تو پھر اس کام میں خود اس کی مدد بھی کرے"۔

امام مسلم رحمہ اللہ تعالےٰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ایک دوسری روایت نقل کرتے ہیں جس میں ہے کہ جس خادم نے کھانا تیار کیا ہے، ظاہر ہے کہ اس نے اس معاملہ میں گرمی اور دھوئیں کی تکلیف برداشت کی ہے تو مالک کو چاہئے کہ اسے اپنے کھانے میں ساتھ شریک کر لے۔ کسی وجہ سے کھانا کم ہو تو بھی کچھ نہ کچھ (دو ایک لقمے) اسے ضرور دے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ اپنے خادموں اور غلاموں کے قصور اور غلطیاں کس حد تک معاف کریں۔ آپؐ نے دو مرتبہ تو کوئی جواب نہ دیا لیکن تیسری مرتبہ ان کے اسی سوال پر فرمایا کہ ستّر مرتبہ روزانہ۔ یعنی بکثرت اس کی غلطیاں معاف کی جائیں۔ (ابوداؤد)

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ برتنوں کی انسانوں کی طرح عمریں مقرر ہیں، ٹوٹ جائیں تو ملازموں پر سختی نہ کرو"۔ (مسند الفردوس)

اور شعب الایمان میں ہے کہ غلام پر ظلم کا قیامت کو بدلہ لیا جائے گا (عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالےٰ عنہ) اور مسلم میں ہے کہ غلام کو سزا دی، طمانچہ مارا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کر دیا جائے (عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام کا آخری کلام یہ تھا کہ :-

"نماز کی پابندی کرو، اس
کا پورا اہتمام کرو اور اپنے
زیردستوں کے معاملہ میں
اللہ تعالےٰ سے ڈرو"۔

ان ارشاداتِ رسالت پر عمل کر لیا جاتے تو آج کے معاشرہ کا ایک اہم مسئلہ حل ہو کر رہ جاتا ہے۔ آج صنعتی اداروں اور اجتماعی کاشت کے فارموں میں مالکان اور ملازمین کے روزمرہ کے جھگڑے، ہڑتال، تالہ بندی، جبری چھانٹی وغیرہ جملہ مسائل اس عظیم اور عالمگیر اخلاقی تعلیم کے نتیجہ میں ختم ہو سکتے ہیں —— اے کاش! مسلمان نیویارک اور ماسکو کے بجائے اپنا رخ مکہ و مدینہ زادھما اللہ تعالیٰ شرفاً کی طرف کر لیں ؟

جامع مسجد شیرانوالہ میں

آیت کریمہ

۹ر فروری

بعد نماز مغرب پڑھی جائے گی۔

مجلس ذکر

مرکزی جامع مسجد مدنی غازی آباد لاہور میں ۱۰ر فروری بروز جمعہ بعد نماز مغرب حضرت مولانا میاں صاحبزادہ محمد اجمل صاحب قادری مجلس ذکر کرائیں گے احباب سے شرکت کی اپیل ہے۔

قاری محمد عبدالحی عابد خطیب مسجد ہذا

طبی مشورے

براہ راست جواب کے خواہشمند حضرات جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

حکیم آزاد شیرازی شیرانوالہ گیٹ لاہور ۸

کدو دانے، بواسیر ریحی

س : میری عمر چالیس برس ہے۔ پچیس سال پہلے میرے پیٹ میں کدو دانے تھے اور پاخانے کے ساتھ نکلتے تھے۔ اب بھی ہیں لیکن پاخانے کے ساتھ نہیں نکلتے۔ قبض بھی ہمیشہ رہتی ہے۔ اور بھوک بھی نہیں لگتی۔ مقعد کی جگہ خارش ہوتی ہے۔ اطباء کہتے ہیں یہ خشک بواسیر ہے۔ کافی علاج کرایا مگر آرام نہیں آیا۔ کوئی آسان نسخہ تجویز فرمائیں تاکہ ان بیماریوں سے نجات پا سکوں پرہیز بھی ساتھ لکھیں۔

(حافظ محمد یٰسین، جھنگ صدر)

ج : تین روز تک متواتر تازہ دودھ چینی ملا کر پئیں۔ چوتھے روز مندرجہ ذیل دوائی بقدر سات ماشہ دودھ میں ملا کر پئیں۔ اس طرح کیڑے مر کر خارج ہو جائیں گے۔ مہینے میں ایک مرتبہ یہ دوائی اسی ترکیب سے کھائیں :-

۱۔ برنگ کابلی مقشر (۲) نسوت (۳) سرخس (۴) کمیلہ ہر ایک ڈیڑھ تولہ (۵) قسط تلخ (۶) ترمس ہر ایک دو تولہ (۷) شیح ارمنی ۲ تولہ (۸) نمک سفید چار ماشہ۔ سب کو کوٹ چھان کر ملا لیں۔

قبض اور بواسیر ریحی کے لئے مندرجہ ذیل نسخہ استعمال کریں :

۱۔ پوست ہلیلہ زرد ۵ تولہ

۲۔ پوست ہلیلہ کابلی ۵ تولہ (۳) بہیڑہ ۵ تولہ (۴) آملہ مقشر ۵ تولہ (۵) انیسون ۳ تولہ (۶) برگ سنا مکی ۲ تولہ (۷) نمک سیاہ ۱ تولہ۔

سب دوائیں کوٹ چھان کر ملا لیں اور روزانہ صبح و شام کھانے کے آدھ گھنٹہ بعد دو ماشہ کی مقدار میں تازہ پانی سے کھائیں نیز رات سوتے وقت بقدر چار ماشہ، ایک پاؤ گرم دودھ کے ساتھ کھایا کریں۔ انشاءاللہ صحت ہوگی۔

سگریٹ نوشی

س : میں پانچ سال سے سگریٹ پی رہا ہوں۔ میں اسے ترک کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے لئے کوئی بہترین نسخہ بتائیں جس سے جلد سگریٹ نوشی چھوڑ سکوں۔

غلام دستگیر، دواخانہ حکیم اجمل خان ریلوے روڈ، لاہور

ج : اگر آپ واقعی سگریٹ نوشی چھوڑنا چاہتے ہیں تو اپنی پوری قوت ارادی سے کام لیں —— اور جیب میں سگریٹ کی ڈبیا کے بجائے سبز الائچی اور دارچینی رکھیں۔ جب بھی سگریٹ کی حاجت ہو الائچی یا دارچینی منہ میں رکھ کر چوسیں۔ رفتہ رفتہ آپ سگریٹ کو بھول جائیں گے اور الائچی اور دارچینی آپ کو فائدہ ہی پہنچائیں گی۔ (انشاء اللہ)

قطعہ تاریخ وفات

مولانا تاج محمود مرحوم

سب کے لئے ہے ایک ہی دستور
کوئی سرمد ہو کہ ہو منصور
بچھڑ گئے ہیں ہم سے آخر
"مولوی تاج دین محمود، مغفور"
۱۹۸۴ء

۲۲ر جنوری ۸۴ء — (حکیم) آزاد شیرازی